بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''خُدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ وہی مددگار ہے''

(سورۃ الماعون کی تفسیر از تفسیرِ کبیر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سورۃ الماعون کے دیگر نام

1-سورۃ اَرَاءَیۡتَ

2-الدِّیۡن

3-اَلۡمَاعُوۡن

4-اَلۡیَتِیۡم

گذشتہ سورتوں سے تعلق

گذشتہ سورۃ سے اس سورۃ کا یہ تعلق معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کثرت سے نعمتیں عطا کرے گا تو وُہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہیں کریں گے اَور اللہ کی عبادت میں دکھاوے سے کام نہیں لیں گے ورنہ ان کی عبادتیں ان کے لیے ہلاکت کا موجب بن جائیں گی۔اس طرح خرچ میں بھی دکھاوا ہوگا۔اَپنی ناک اُونچا رکھنے کے لیے خرچ کریں گے مگر دوسروں کو ادنیٰ ادنیٰ ضروریات کی چیزوں سے محروم رکھیں گے۔

سورۃ الماعون مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

<u>شانِ نزول</u>۔قرآن مجید ایک عالمگیر ہدایت کی حامل کتاب ہے۔خدا کا کلام ہے اَور بہتے سمندروں کی طرح اس میں روانی ہے۔انسانی کلام کا اس میں ذرّہ بھی حصہ نہیں۔قرآن کریم کی تعلیمات قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے ہیں اَور اس کلام میں زمان و مکاں کی بھی کوئی قید نہیں ہے بلکہ آفاقی تعلیمات کی حامل یہ کتاب ہر قسم کے رنگ ونسل کے لیے نازل کی گی ہے۔اس لیے یہ کہنا کہ یہ سورۃ فلاں شخص کے لیے اتاری گئی ہے سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

مختلف مفسرین نے جو روایات سورۃ کے شان نزول کے سلسلہ میں بیان کی ہیں اس کا مضمون کچھ یہ ہے کہ ابوجہل نے ایک اُونٹ ذبح کیا جو اس نے صاحب حیثیت اَور دولتمند لوگوں میں تقسیم کرنا تھا تا کہ اس کی عزت اور شہرت میں اضافہ ہو مگر ایک یتیم گوشت مانگنے کے لیے آ گیا تو اس نے غصہ میں آ کر اسے سونٹا دے مارا۔روایات میں کم وبیش بارہ افراد کے نام ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابوجہل کے پاس کسی یتیم کا مال تھا جو بطور امانت رکھوایا گیا تھا ایک دن وہ یتیم ننگ دھڑنگ اپنی امانت میں سے کچھ رقم مانگنے کے لیے ابوجہل کے پاس آیا تو اس نے اسے دھتکار ا جس پر وہ یتیم مایوس ہوکر واپس چلا گیا۔قریش کے سرکردہ لوگوں نے شرارتاً اسے مشورہ دیا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جا کر ان سے سفارش کراؤ وہ غریبوں کی خدمت کا بڑا دعوی کیا کرتے ہیں۔ان کی غرض یہ تھی کہ آپ سفارش کریں گے تو ابوجہل آپ کو ڈانٹے گا اَور آپ ذلیل ہوں گے۔اَور اگر سفارش نہیں کریں گے تب بھی آپ کی رسوائی ہوگی کہ دیکھو

غریبوں کی مدد کے بڑے بڑے دعوے کیے جاتے ہیں مگر حالت یہ ہے کہ ایک یتیم سفارش کے لیے آیا مگر ان سے اتنا نہ ہو سکا کہ سفارش ہی کر دیں بہر حال وہ یتیم سفارش لیکر حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ فوراً اس کے ساتھ چل دیے۔

ابوجہل سے فرمایا کہ اس یتیم کو رقم کی ضرورت ہے اس کی امانت اسے لوٹاؤ تو ابوجہل چپکے سے اندر گیا اَور روپیہ لا کر اس یتیم کو دے دیا۔جب قریش کو اس

بات کا علم ہوا تو انہوں نے ابوجہل کو طعنے دیئے کہ تو مسلمان ہوگیا ہے تو اس نے خدا کی قسم کھاتے ہوئے بتایا کہ میں تو مسلمان نہیں ہوا لیکن جب محمد ﷺ میرے سامنے آئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دائیں اور بائیں وحشی اُونٹ کھڑے ہیں اور میں ڈرا کہ اگر میں نے آپ ﷺ کی بات نہ مانی تو یہ اُونٹ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔

ترتیب سورۃ:

اس سے پہلی سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے لیے رزق مہیا کر دیا ہے تا کہ تم خدا کے گھر میں بیٹھ کر اس کی عبادت کرو مگر تم اس سے غافل ہو۔ اور اب یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ غفلت کے نتیجہ میں نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ دُنیا کی محبت موت کو بھلا دیتی ہے اور آخرت سے ان کا ایمان اُٹھ جاتا ہے۔

جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں مرنے کے بعد کی زندگی کا تصور غائب ہوگیا ہے اور وہ اسی ساری زندگی کو ہی جنت بنانے میں مشغول رہتے ہیں اور اگر مسلمانوں کو دیکھو تو عملاً وہ بھی جنت کو انہی مادی چیزوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں جو دُنیا میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ الہامی کتب میں اُخروی زندگی کو استعارۃً بیان کیا گیا ہے جیسے ''جنت میں دودھ اور شراب کی نہریں بہتی ہوں گی''۔

حالانکہ دُودھ سے مراد علم اور شراب سے مراد شرابِ محبت، ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ غفلت کے نقصانات بتائے گے اور اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر آیت نمبرا: **اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ** ۝

کیا تُو نے اس شخص پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے؟

کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے؟

(اے مخاطب) کیا تُو نے اُس شخص کو پہچانا؟ جو دین کو جھٹلاتا ہے؟

اَلدِّیۡنُ: عربی زبان میں دین کے 13 معنے ہیں جو سب کے سب یہاں چسپاں ہوتے ہیں۔

1۔ جزا سزا 2۔ اطاعت 3۔ حساب لینا 4۔ کسی پر غلبہ پانا اور اس پر فوقیت رکھنا 5۔ بادشاہت اور حکومت۔ 6۔ تدبیر۔ 7۔ وہ الفاظ یا حرکات جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے جیسے نماز۔ 8۔ نظام جماعت۔ 9۔ بدیوں سے رُکنے کی خواہش۔

10۔ حالت یا کیفیت۔ 11۔ قضاء و قدر۔ 12۔ عادت۔ 13۔ الشَّانُ۔ بلند شان۔ حساب کے معنوں کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ اس طرح تیرہ معنوں میں سے بارہ معنی لئے ہیں۔

<u>1۔ جزا سزا کا منکر ضرور تنزّل کی طرف جائے گا:</u> دین کے پہلے معنوں کے لحاظ سے مجھے بتا تو سہی وہ کون ہے جو جزا سزا کا منکر ہے۔ بتاؤ تو سہی یہ بات کون کہتا ہے۔

یہ بارہ باتیں جو باتیں شمار کی گئی ہیں یہ درحقیقت اصولی بدیاں ہیں اور ان کے نتیجہ میں ان ہزاروں ہزار جزئی بدیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

گویا ان میں سے ایک ایک بدی ایسی ہے کہ جس کے اندر وہ قائم ہو جائے اس کے اندر اور بدیاں پیدا ہو جائینگی۔ مثلاً پہلی چیز جزا و سزا کا انکار ہے جب بھی کوئی شخص جزا سزا کا منکر ہو جائے گا اُسے ہر قسم کی بدیوں پر دلیری پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ ہزار ہا نیکیاں انسان ڈر کے مارے کرتا ہے اور ہزار ہا نیکیاں انسان اُمید کے ساتھ کرتا ہے۔ جزا و سزا سے مُراد یہاں صرف اُخروی جزا سزا نہیں ہے بلکہ اعمال کا بدلہ ہے جو اس دُنیا میں بھی ملتا ہے۔ جزا سزا کا یقین ہی انسان کو یا کسی قوم کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔ یورپ کی قوموں نے دُنیا کے قانونِ قدرت کو دیکھ کر یہ یقین حاصل کر لیا ہے کہ کوئی کام ایسا نہیں جو بے جزا سزا کے رہے۔ اسی لئے وُہ اکثر اخلاقی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ پس یہ معنے اس آیت کے ہیں کہ جزا سزا ایک ایسا ثابت شدہ اصل ہے کہ جو شخص یا جو قوم اس کا

انکار کردے گی وُہ ضرور تنزّل کی طرف جائے گی۔

2۔ جو شخص نظام اَور ضبطِ نفس کا قائل نہیں وُہ ضرور گناہوں میں مبتلا ہوگا: دین کے دوسرے معنی اطاعت کے ہیں۔ اطاعت سے مُراد غلامی نہیں بلکہ نظام اَور ضبط کے ہیں۔ آج تمام متمدن اقوام یہی کہتی ہیں کہ بے شک فرد آزاد ہے لیکن اُس کو ایسی آزادی حاصل نہیں ہے جو قوم کو نُقصان پہنچائے۔ اِس آیت میں انتہائی لطیف مضمون بیان ہے کہ قانون توڑنے کے بعد کوئی شخص نیکی پر قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ وہ ضرور خرابی اَور فساد کا شکار ہوگا۔ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اَور پوچھا کہ اگر میں اَپنی بیوی کو کسی نامحرم کے پاس ایسی حالت میں بیٹھا دیکھوں جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ زنا کر رہا ہے تو میں اس کو مار ڈالوں حضور ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اس شخص نے پوچھا کہ آخر اسلام بھی تو اس کے لئے قتل کی سزا تجویز کرتا ہے۔ تو اگر میں خود ہی اس کو مار ڈالوں تو کیا حرج ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم اسے مارو گے تو تم قاتل سمجھے جاؤ گے۔ کسی کو بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص قانون کو ہاتھ میں لے کر خود ہی سزا دینے لگے تو اس سے اَمن نہیں بلکہ فساد اَور بدامنی پیدا ہوگی۔ اس وقت دو نظریے ہیں۔ ایک یہ کہ فرد کی ترقی ہی اصل مقصد ہے کیونکہ قوم افراد کا ہی مجموعہ ہے۔ اس لئے نظام اگر افراد کی ترقی میں روک ہو تو افراد کا حق ہے کہ اس کو توڑ دیں۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قوم کی ترقی ہی فرد کی ترقی ہے۔ پس فرد کو اختیار نہیں کہ قومی قانون کو اَپنے معیار کے خلاف دیکھے تو توڑ دے۔ ہاں وہ مقررہ ذرائع سے اس قانون کو بدلوا سکتا ہے۔ اَور یہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جو شخص بھی قومی ترقی پر فردی ضرورت کو غالب کرے گا۔ (قانون سے باہر نکلے گا) تو وہ گناہوں کا راستہ کھول دے گا۔

3۔ جو حق وانصاف کے غلبہ پر یقین نہیں رکھتا وہ ضرور بدی میں مبتلا ہوگا: یہاں محض غلبہ مُراد نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ تو دُنیا میں کبھی ہوا ہی نہیں کہ کوئی غالب اَور کوئی مغلوب نہ ہو پس یہاں حق وانصاف کا غلبہ مُراد ہے۔ اَور **اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ** O کے معنی یہ ہوئے کہ بتا تو سہی کون لوگ ہیں جو یقین نہیں رکھتے کہ آخر نیک اعمال کی فتح ہوتی ہے۔ ایسے لوگ ضرور بدی میں مبتلا ہوں گے۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ یقین کہ آخری فتح نیکی کی ہوتی ہے کبھی قیامت پر یقین کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قیامت پر یقین رکھنے والا اعمال کے انجام کو کلی طور پر اسی دُنیا میں دیکھنے کا منتظر نہیں ہوتا اَور وہ سمجھتا ہے کہ نیکی پر کاربند رہتے ہوئے مُجھے یا میری قوم کو اگر نُقصان ہوا تو اگلے جہان میں پورا کر دیا جائے گا اَور ایسا شخص نیکی کے قیام کے لئے بُرے ذرائع استعمال کرنے کی جرات نہیں کر سکتا اَور نہ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے اَور یہی وجہ ہے کہ نیکی کے اعلیٰ معیار پر خُدا پرست کے سوا کوئی اَور شخص قائم نہیں ہوا۔

4۔ جو شخص اس دُنیا میں حکومت الٰہیہ کا منکر ہے اس کو سچا تقویٰ نہیں مل سکتا: دین کے چوتھے معنی **اَلسُّلْطَانُ وَالْمُلْكُ وَالْحُكْمُ** کے ہیں۔

سلطان میں رسمی حکومت کی تردید ہے۔ اَور ایسی حکومت مُراد ہے جو اقتدار اَور طاقت رکھتی ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی حکومت جو گہری ہو، وسیع ہو، اَور معقول ہو۔ جس کا کوئی حکم بلاوجہ نہ ہو، بلاغرض نہ ہو، جبری نہ ہو اور اس میں ان لوگوں کا فائدہ مدنظر ہو جن کو وہ حکم دیا گیا ہو۔ یہ حکومت اگر پیش کی جائے تو دنیا میں سوائے پاگل اور ضدی کے کون انکار کر سکتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے بتاؤ تو سہی کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جو ایسی حکومت کا منکر ہو۔ اگر کوئی شخص ایسا ہوگا تو وہ بڑا ہی بے دین ہوگا اور اُس کے اخلاق سخت خراب ہوں گے۔ اس کے مقابلہ میں جو شخص اس حکومت کو ماننے والا ہوگا اُس کے اخلاق مضبوط ہوں گے۔ اور اُسے اپنے اعمال پر تصرف حاصل ہوگا۔ یہی وہ چیز ہے جسے اسلامی اصطلاح میں حکومتِ الٰہیہ کہتے ہیں۔ اور یہ حکومت تو محض خُدا تعالیٰ کی قائم کردہ ہوتی ہے بندے کی نہیں۔ اَور اس کے لئے خلافت کا قیام ضروری ہے۔

شریعت اِسلام ہر وقت جاری ہوسکتا ہے۔ لیکن آئینِ اسلام خلافت سے تعلق رکھتا ہے اور خلافت کے معنی یہ ہیں کہ سارے مسلمان اس کے تابع ہو جائیں۔

5۔مذہب کوتسلیم نہ کرنے والاشخص خرابیوں میں مبتلا ہوجائے گا۔

دین کے ایک معنی مذہب کے ہیں ۔مذہب بھی انسان کواخلاقِ فاضلہ کی تعلیم دیتا ہے خواہ کوئی بھی مذہب ہو۔مذہب اپنی ذات میں بہت سی بدیوں کوروکنے کی چیز ہے اِس میں سچے مذہب کی بھی کوئی شرط نہیں ہر مذہب انسان کو بدیوں سے روکتا ہے۔ بیشک لوگ کہتے ہیں کہ آپس کی لڑائیوں اورفسادات کی بڑی وجہ مذہب ہی ہے لیکن اگر غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لڑائیاں اَور فسادات مذہب کی وجہ سے نہیں بلکہ مذہب پر عدمِ عمل کی وجہ سے ہیں۔

پس خُدا تعالیٰ اس آیت میں بتا تا ہے کہ جوشخص مذہب کوتسلیم نہیں کرتاوُہ قسم قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔مذہبی آدمی اگر گناہ بھی کرے گا اُسے گناہ کا احساس ضرور ہوگا اَور اَپنی غلطی تسلیم کرے گا لیکن لامذہب آدمی بدی کو بھی جائز سمجھے گا اَور یہ خطرناک مقام ہوتا ہے۔

6۔عبادت خواہ کسی مذہب کی ہو بدیوں سے روکتی ہے۔

دین کے چھٹے معنی عبادتِ الٰہیہ کے ہیں۔عبادتِ الٰہیہ انسان کو بڑی بڑی نیکیوں کی طرف لے جاتی ہے یہ عبادت خواہ سچی ہو یا جھوٹی دونوں صورتوں میں بدیوں سے روکنے والی ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ سچے مذہب کی بتائی ہوئی عبادتِ الٰہیہ ہی بدیوں سے روکنے والی ہو بلکہ

درحقیقت ہر عبادتِ الٰہیہ بدیوں سے روکتی ہے۔

عبادتِ الٰہیہ کیا چیز ہے؟ خدا تعالیٰ کے عکس اوراُس کی تصویر کواَپنے اَندر پیدا کرلینا۔جب کوئی شخص خُدا تعالیٰ کی صفات کا عکس اَپنے اَندر لے گا توو ُہ تمام دنیا سے حسنِ سلوک کرنے لگ جائے گا۔اوراُس کا رحم دوست اور دشمن سب پر وسیع ہوگا۔عبادتِ الٰہیہ کے معنی صرف سجدہ اَور رکوع کرنے کے نہیں بلکہ اَپنے سامنے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ رکھ کر عبادت کرنے کے ہیں۔جواس نمونہ کے مطابق اَپنی زندگی بسر کرتا ہے وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی زندگی بسر کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جوشخص خُدا تعالیٰ کی ذات کو اپنے لئے نمونہ بنائے گا اُس کا عمل اَور نمونہ دوسرے سب لوگوں سے اچھا ہوگا۔

7۔جوقومی خدمت کے جذبے کا منکر ہے وُہ تباہ ہوگا۔

دین کے ساتویں معنی **مِلَّة** کے ہیں۔**مِلَّة** کے دو معنی ہیں ایک شریعت اَور مذہب، دوسرا قومیت

دین اور مِلّت میں یہ فرق ہے کہ دین اللہ تو ہم کہہ سکتے ہیں لیکن **مِلَّة اللہ** نہیں کہہ سکتے کیونکہ شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے مگر خدا کسی قومیت میں شامل نہیں وہ قوموں سے بالا ہے۔**مِلَّة** کا لفظ دین کی نسبت ان معنوں میں وسیع ہے کہ ہر دین شریعت کے لحاظ سے **مِلَّة** میں شامل ہے لیکن ہر ملة کے مفہوم میں شریعت شامل نہیں۔لیکن دین میں ایک اور معنی پائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ **مِلَّة** کے اس حصّہ کے مشابہ ہوجاتا ہے اور وہ یہ کہ دین کے معنی خدمت کے بھی ہیں۔پس یہ معنی ہوں گئے کہ مجھے بتا تو سہی اُس شخص کا حال جو قومی خدمت کا منکر ہے۔**مِلَّة** میں دین کے علاوہ قومی شیرازہ بندی بھی شامل ہے خدمت اَور احساسِ قومی اس کا ایک حصّہ ہے۔

8۔کہ تدبیر صحیحہ کا کون منکر ہے۔

دین کے آٹھویں معنی وَرَع کے ہیں وَرَع کے معنی شبہات سے محفوظ رہنے کی کوشش کے ہیں۔یعنی وہ چیزیں جو بُری اور ناپسندیدہ ہیں اُن سے احتراز کرے اوراُن سے محفوظ رہنے کی خواہش رکھے۔

9۔دین کے نویں معنی عادت کے ہیں۔

عادت بھی انسان کو بدیوں سے بچانے میں بڑی مدد ہوتی ہے۔ یہاں عادت سے مراد نیکی کی عادت ہے عام عادت اس سے مراد نہیں ہوسکتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ دنیا میں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے اس فلسفہ کو پیش کیا ہے کہ انسان کے اندر جس قدر باتیں پائی جاتی ہیں وہ ساری کی ساری انسان کے فائدہ اور نفع اور ترقی کے لئے رکھی گئی ہیں۔ یہ نکتہ دُنیا میں صرف قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔وہ کسی انسانی جذبہ کے متعلق یہ نہیں مانتا کہ وہ بے کار اور لغو

ہے بلکہ وُہ اصرار کرتا ہے کہ ہر جذبہ جو انسانی فطرت میں پایا جاتا ہے وہ اَپنے اَندر حکمت رکھتا ہے اَور انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ عادت ایک بڑی طاقت ہے جو قومیں اس نکتہ کو سمجھتیں ہیں وہ بہت بڑا فائدہ اٹھالیتی ہیں اور جو اس کو نہیں سمجھتیں وہ نوجوانوں کو بغیر نگرانی کے چھوڑ دیتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وُہ آوارہ ہو جاتے ہیں۔
اِسی طرح جو فرد اس نکتہ کو سمجھے گا کہ نیکی کی عادت ایک عظیم الشان نعمت ہے وُہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا اَور جو اس نکتہ کو کوئی وزن نہیں دے گا وہ نیکیوں سے محروم ہو جائے گا۔حقیقت یہ ہے کہ جب اِنسان کو خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں پیدا کیا تُو اس نے ہزاروں ہزار نیکیاں پیدا کر دیں اور اُن نیکیوں کا غلط استعمال بدیاں بن گیا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بدیاں مٹانے کے لئے ہم نے عادت کا حربہ پیدا کیا ہے جو چیزیں تمہاری فطرت کے مطابق ہیں وہ تو ہیں جو خلاف ہیں اُن کی عادت ڈالو۔ایک ایک بدی لے کر اُس سے بچنے کی عادت اَپنے اَندر پیدا کر لو تو یہ نتیجہ ہوگا کہ عادت غالب آجائے گی۔
بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ عادت کی نیکی کوئی نیکی نہیں۔وہ بھی کوئی نیکی ہے جس کی عادت پڑ جائے۔لیکن یہ غلط بات ہے۔عادت کی نیکی بعض دفعہ تو بے شک نیکی نہیں ہوتی لیکن بعض دفعہ ہوتی ہے۔دراصل یہ دوالگ الگ مواقع ہیں جن کی وجہ سے عادت کی نیکی بعض دفعہ نیکی بن جاتی ہے اور بعض دفعہ نیکی نہیں رہتی۔جب اِنسان کو اَپنی سمجھ بوجھ کے زمانہ سے پہلی کسی چیز کی عادت پڑے اَور پھر اُس عادت کو غور کرنے اَور اُس کی حقیقت کو سمجھنے کا موقع نہ ملا ہو تو وہ نیکی نیکی نہیں کہلاتی۔مثلاً بعض لوگوں کو بچپن سے سچ کی عادت ہوتی ہے یا نماز کی عادت ہوتی ہے اور اُسے ان نیکیوں کو پرکھنے کا موقع نہ ملا ہو اَور وہ ان نیکیوں کو محض عادت کی وجہ سے بجالاتا ہے تو اُس کی یہ نیکیاں محض عادتی نیکیاں قرار پائیں گی۔لیکن جو شخص کسی بات کو سمجھتے ہوئے اُس کی عادت ڈالتا ہے اَور کوشش کرتا ہے کہ میں اَپنے اَندر نیکی قائم کروں اَور بدی سے بچوں تو وہ اُس کی محنت کا پھل ہے۔اَور اچھا کام کرنے پر انعام تو ملا ہی کرتا ہے۔

<u>10۔دین کے دسویں معنے قضاء کے ہیں۔</u>

اِس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ مجھے بتا تو سہی اُس شخص کا حال جو قضاء کا انکار کرتا ہے۔
سیاق وسباق کے لحاظ سے قضاء کے معنی اِس جگہ قضائے الٰہی کے ہیں یعنی کون ہے وہ شخص جو قضائے الٰہی کی انکار کرتا ہے۔

<u>11۔دین کے گیارھویں معنی تدبیر کے ہیں۔</u>

تدبیر کا منکر بھی مختلف گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے اَور نیکیوں سے محروم رہتا ہے اگر کوئی شخص دین کا منکر ہے کوشش اَور اصلاح کا منکر ہے وہ سمجھتا ہے کہ ایک دفعہ وہ گر گیا تو گر گیا۔ایسے شخص کا بچنا مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے تمہیں تدبیر کرنے اَور بدی کا مقابلہ کرنے کی قوتیں عطا نہیں کیں۔ہم نے تمہیں سب طاقتیں دی ہیں۔اگر تمہاری نیت نیک ہے اَور ان طاقتوں کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں استعمال کرو تو تم بدیوں سے بچ سکتے ہو۔دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مومن کو بھی روزی دیتا ہے اور کافر کو بھی رزق دیتا ہے۔مومن کی کوشش کو بھی کامیاب کرتا ہے اور کافر کی کوشش کو بھی کامیاب کرتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہ جب ہم کافر کو بھی دنیوی فوائد کے حصوں میں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔مدد دیتے ہیں۔تو جو ہم سے ملنے کی کوشش کرے اُسے ہم کیوں مدد نہیں دیں گے۔جب اللہ تعالیٰ اَپنے دشمن کی بھی مدد کرتا ہے تو وہ اَپنے دوست کی مدد کیوں نہیں کرے گا۔حقیقت یہی ہے کہ تدبیر کا رستہ ہر وقت کھلا ہے۔جو کوئی بھی تدبیر کرے گا اَور اَپنے نفس کی اصلاح کرے گا۔وہ ضرور بدی پر غالب آجائے گا۔

<u>12۔دین کے بارھویں معنی شأن کے ہیں۔</u>

شأن کے معنی ہوتے ہیں بڑا کام۔جس کام میں ناکامی ہو اُسے شأن نہیں کہیں گے۔بلکہ ہر وہ کام جس میں کامیابی کے لئے مواد بہم پہنچ جاتا ہے اَور وہ ہو جایا

کرتا ہے شأن کہلاتا ہے۔شأن کا لفظ چھوٹے کام کے لئے نہیں بولا جاتا ہمیشہ بڑے کام کے لئے بولا جاتا ہے پس شأن کے معنی ہوئے بڑی حالت یا بڑا کام جو ضرور پورا ہو کر رہنے والا ہو۔پس اس آیت کے یہ معنی ہوں گئے کہ مجھے بتا تو سہی اُس شخص کا حال جو اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں ایک نئی سکیم جاری کرتا ہے اور اِس زمانہ میں جو سکیم جاری کی گئی ہے وہ محمدی ﷺ سکیم ہے۔اگر کوئی شخص اس زمانہ کی سکیم یعنی محمدی ﷺ سکیم کا منکر ہے تو تُو دیکھے گا کہ اُس میں ہر طرح کی بدی پائی جائے گی اور ایسا شخص مختلف قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوگا۔

اِس زمانہ میں مسلمان اگر ترقی کر سکتے ہیں تو اسلام کے احکام پر چل کر ہی کر سکتے ہیں۔مسلمان اپنے مذہب کو چھوڑ کر ترقی نہیں کر سکتے۔

دوسری قومیں اسلام کے بغیر ترقی کر سکتی ہیں کیونکہ وہ اس اسکیم کے پُرزے نہیں وہ تو پہلے سے خدا تعالیٰ کو چھوڑ چکی ہیں اُن کے مزید بگڑ جانے سے موجودہ زمانے کے مذہب یعنی اِسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔لیکن اگر مسلمانوں کو بھی اِسلام چھوڑنے پر دُنیا کی ترقی اور غلبہ مل جائے تو وہ بھی اِسلام کو چھوڑ دیں گے اِس صورت میں خدا تعالیٰ کی ہدایت کا کوئی حامل نہ رہے گا اور محمدی سکیم ناکام ہو جائے گی۔پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اِسلام کے بغیر ترقی نہیں دے گا۔اُن کو مجبوراً اسلام کی طرف لوٹنا پڑے گا اور دنیا کے دُکھ آخر اُنہیں خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں گے اور اِسلام کے ذریعہ سے جو خُدا کی سکیم جاری ہوئی ہے وہ دُنیا میں زندہ اور قائم رہے۔

تفسیر آیت 2: **فَذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَ** پس وہی شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو دین کو جھٹلاتا ہے وہی یتیم کو دھتکارنے والا ہے۔

یتیم کو دھتکارنا اور بدسلوکی کرنا قرآن کریم کے نزدیک بدترین اعمال میں سے ہے۔قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

اَمَّاالۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ۔اور کئی ایک بار یتیم سے حسن سلوک کی تلقین کی ہے کیونکہ یتیم کی طرف توجہ نہ کرنا قوم کو تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔قوم افراد کے آثار اور قربانی سے بنتی ہے اور افراد کے پیچھے رہنے والی چیز اولادہوتی ہے۔اکثر ایسا ہوتا ہے قوم کی خاطر جان قربان کرتے وقت جو چیز آڑے آتی ہے وہ یہی کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچّے یتیم ہو جائیں گے کوئی انکا پُرسانِ حال نہ ہوگا اور وہ ضائع ہو جائیں گے اسی خیال کے پیدا ہونے سے وہ قربانی کرنے سے رُک جاتے ہیں۔

پس اگر یتیم کی طرف توجہ کی جائے تو اس سے قوم کے اندر ایثار کا مادہ بڑھ جاتا ہے۔حقیقت یہ کہ کسی قوم کی قربانی کا معیار اس کے یتامیٰ کی خبر گیری کے مطابق ہوتا ہے۔جتنا یتامیٰ کا خیال کسی قوم میں ہوگا اُتنا ہی زیادہ ایثار کا مادہ اس کے افراد میں پایا جائے گا۔چنانچہ اہل مدینہ یتیم بچوں کو اپنے سر پر اُٹھا لیتے تھے اور بیواؤں سے شادی محض اسی لیے کرتے تھے کہ یتیم بچوں کی پرورش کر کے ثواب حاصل کریں۔خود رسول پاک ﷺ نے بیواؤں سے شادی کر کے ان کے پہلے بچوں کی نگہداشت کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے ورنہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے تو اس معاشرہ میں بیوہ کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔یتیموں کی بہترین پرورش کے لیے جماعت احمدیہ میں یتامیٰ فنڈ قائم ہے۔اس طوعی چندہ کی مد میں حصہ لینا اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اسی طرح شہدائے احمدیت کے یتامیٰ اور بیوگان کے لیے ''سیدنا بلال فنڈ'' مقرر کیا گیا ہے۔اس مد میں حصہ لینا نہایت اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے۔

تفسیر آیت ۳: **وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِؕ** اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

تفسیر۔یعنی جو شخص دین کی تکذیب کرتا ہے تُو دیکھے گا کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی دوسروں کو تلقین نہیں کرتا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسکین کے لیے ترغیب دلانے کا لفظ استعمال کیا جبکہ یتیم کے لیے دھتکارنے کا لفظ اس کی وجہ یہ ہے کہ یتیم بچے کو دھتکارا جائے تو اس میں احتجاج کرنے کی سکت نہیں ہُوتی وہ شور نہیں کرتا مگر بڑی عمر کے لوگوں کو دُھتکارنے سے لوگ ڈرتے ہیں۔کیونکہ وہ شور مچا سکتا ہے۔لوگوں میں پراپیگنڈا کر سکتا ہے۔اس لیے ان کے مناسب حال الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اس آیت میں قومی نظام پر زور دینا مقصود ہے۔یتامی اور غرباء کی طرف سے لاپرواہی برتنا قومی جذبہ کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔اگر قومی خدمت کا جذبہ نہ

ہوتو پھر قومی جتھہ کمزور ہو جاتا ہے اَور اگر یتیموں کی خبر گیری نہ کی جائے تو لوگ قربانی کرنے سے رُکتے ہیں۔ غریبوں کی مدد کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وقت پر ان کی مدد مل جائے۔ جس قوم میں غرباء کے ساتھ سلوک اچھا ہوتا ہے اُس کے غرباء بھی جوش میں آ کر قربانی کرنے لگ جاتے ہیں۔

پس اگر غرباء کا خیال نہ رکھا جائے تو قومی جذبہ کمزور ہو جاتا ہے اَور یتامیٰ کی خبر گیری نہ کی جائے تو جذبہ قربانی کم ہو جاتا ہے اَور دونوں نقص کسی قوم کو تباہی میں دھکیلنے کے لیے کافی ہیں۔

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ○

پس ہلاکت ہے اُن نمازیوں کے لیے۔

تفسیر:۔ **وَيۡلٌ**:۔ ویل کا لفظ کسی کام کے بدنتائج کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس سے پہلے جو حالات بیان ہوئے وہ بھی نمازی کے ہی ہیں اَور فرمایا کہ لعنت ہے ایسے نمازیوں پر جو نماز بھی پڑھتے ہیں اَور ایسی حرکتیں بھی کرتے ہیں یعنی یتیم کو دھتکارتے ہیں اَور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتے تو ایسے نمازیوں پر ہلاکت ہے۔

اَلَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَا تِهِمۡ سَاهُوۡنَ ○

جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔

تفسیر:۔ نمازیوں پر لعنت اس لیے ڈالی گئی کہ ان کی نمازیں بس رسمی طور پر اَدا ہوتی ہیں۔ کبھی ہوتی ہیں کبھی نہیں ہوتیں گویا نمازوں سے کوئی محبت نہیں اس لیے اَیسی نماز اَور ایسے نمازیوں پر لعنت ڈالی گئی جو خدا کی خاطر اس کی محبت میں نماز ادا نہیں کرتے۔

اَلَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَاۤءُ وۡنَ ○

اَور جو دکھاوا کرتے ہیں۔

وَ يَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ○

اَور جو گھر کے معمولی سامان تک کے دینے سے اَپنے نفسوں کو اَور دوسروں کو روکتے رہتے ہیں۔

تفسیر:۔ آجکل کے مسلمان تو ایسے ہیں جو بالکل ہی نمازوں کو چھوڑ چکے ہیں اور جو پڑھتے ہیں محض دکھاوے کے لیے پڑھتے ہیں دلی شوق سے نہیں گویا رسم سے چمٹے ہوئے ہیں مغز سے خالی ہیں صرف نیک بننے کی خواہش ہے۔

الماعون کے معنی ہیں نیکی۔ احسان یہ کہ ہر وہ چیز جو فائدہ دے اَور گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزیں جو عام استعمال کی ہوتی ہیں اَور وقتاً فوقتاً ہمسائیوں سے اُدھار لی جاتی ہیں جیسے کلہاڑی اَور ہنڈیا وغیرہ اور نفع رساں چیز کو بھی ماعون کہتے ہیں اسلام میں اس کے معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ اس طرح اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ لوگوں کو احسان کرنے سے روکتے ہیں اَور معمولی معمولی استعمال کی اشیاء بھی ادھار دینے سے منع کرتے ہیں گویا کہ ذلت کی انتہا ہو گئی۔

قرآن کریم کی آخری سورتیں اپنے اندر آئندہ کی پیشگوئیاں بھی لیے ہوئے ہیں۔ اس سورۃ میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کی حالت اتنی گر جائے گی کہ وہ نمازیں بھی پڑھیں گے تو ریاء کی پڑھیں گے۔ قومی فکر ان میں بالکل نہیں رہے گا اَور وُہ اَپنی قوم کی خاطر معمولی سے معمولی قربانی کو بھی نہیں کر سکیں گے۔ ان میں اطاعت کا مادہ اُٹھ جائے گا اَور یہ سب علامات آج کے دور کے مسلمانوں میں صاف دکھائی دیتی ہیں۔